ولتکن منکم امّة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف
وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

اور ہو چاہئے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے
اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مصلح ہوتے ہیں

رسالہ
تشحیذ الاذھان

ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

ایڈیٹر

ایک عظیم الشان انقلاب ۱-۱۶

کیا اسلام علمی مذہب ہے۔ ۱۶-۴۴

نوٹس ۴۴

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام } ٹائٹل پیج

رسید زر - ٹائٹل پیج

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء کو قادیان میں شائع ہوا

انوار المدینہ

رؤیا و الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایام جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ وحی نازل ہوئی۔
یا ایھا النبی اطعموا الجائع و المعتر یعنی اے نبی بھوکوں اور سوالیوں کو
کھانا کھلاؤ۔ یکم جنوری ۱۹۰۸ء۔ (۱) و بدبہ خسروی بیم شد بلند۔ زلزلہ و گونیطانی فگند
(۲) انی معک اینما تذھب و تسیر۔ ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں
تو جائے اور سیر کرے۔ ۲۔ جنوری ۱۹۰۸ء (۱) انی معک و مع اھلک
ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں (۲) انی معک
فی کل حالٍ۔ و عند کل مقال۔ ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں ہر حال میں
اور ہر ایک گفتگو میں۔ (۳) انی معک فی کل موطنٍ۔ نصرٌ من اللہ و
فتح قریب۔ ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں ہر ایک میدان میں۔ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نصرت اور فتح قریب ہے۔ (۴) وھم من بعد غلبھم سیغلبون
ترجمہ۔ اور وہ غلبہ کے بعد عنقریب مغلوب ہوں گے۔ (۵) وامانرینک
بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ ترجمہ۔ اور یا تو ہم تجھے بعض وہ
باتیں دکھا دیں گے جو وعدہ کیگئی ہیں یا تجھے وفات دیں گے۔ (۶)
نصرکم اللہ نصرًا مؤزرا۔ ترجمہ۔ مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری مؤیدانہ
مدد۔ (۷) انی معک یا ابراھیم۔ ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں اے
ابراہیم۔ ۱۸۔ جنوری ۱۹۰۸ء۔ یہ پیشگوئی کی آخری حد ہے۔ وہ وعدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک عظیم الشان انقلاب

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝

(ترجمہ) بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان مین برجون کو پیدا کیا اور اُس مین سورج اور روشن چاند بنایا - اور وہی ہے کہ جس نے رات اور دن کو آگے پیچھے آنیوالا بنایا تاکہ وہ شخص جو کہ نصیحت پکڑنے والا ہو اس سے نصیحت پکڑے اور جو شکر کرنے والا ہو شکر کرے - یہ سورہ فرقان کے آخری رکوع کی پہلی دو آیتین ہین جن مین خدا تعالی نے انسان کو بتایا ہے کہ ہمنے آسمان مین بروج پیدا کئے اور سورج اور چاند بنائے جس کی وجہ سے مختلف موسم اور مختلف حالتین پیدا ہوئین -

نے اپنے پاک اور بزرگ نبی کی معرفت ہم کو خوشخبری سُنائی ہے کہ اسلام کی ترقی کا وقت آگیا ہے۔ اور قریب ہے کہ اسلام کا پاک چہرہ دنیا کے سامنے روشن کرکے دکھا دیا جائے اور وہ جو ہر وقت دنیا کمانے کی فکر میں ہی رہتے ہیں انہیں دین کی طرف بھی رغبت پیدا ہو اور جہاں تاریکی اور ظلمت نے اپنا قدم جمایا ہے وہاں فوراً روشنی پھیلائی جائے اور وہ زمانہ نزدیک ہے کہ شرک اور کفر کا بُت پاش پاش کیا جائے اور توحید اور ایمان پھر اپنے قدموں پر ٹھہرے ہوں اور وہ لوگ جو بدی اور گناہ کی غار میں پڑے ہیں اُنہیں نیکی اور تقویٰ کے اونچے مینار پر کھڑا کیا جائے۔ الغرض خدا رحیم و کریم اپنے نبی کو اُس کلام کیطرف دوبارہ توجہ دلاتا ہے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منارِ بلند محکم تر اُفتاد۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایسے ایسے منذر الہام اور پیشگوئیاں ہیں کہ اُن کو سُنکر بدن پر لرزہ آتا ہے اور دل کانپ جاتا ہے اور بے اختیار مُنہ سے نکلتا ہے کہ اے خدا ہمیں دین پہ ثابت قدم کر۔ مگر اپنے رحم اور کرم سے اُن ابتلاؤں سے محفوظ رکھ جنکی بابت خبر دی گئی ہے کہ ہلاکت اور تباہی کے دروازے کھول دیئے ہیں اور یہ کہ اس ملک میں ایک ایسی طاعون آنیوالی ہے کہ شہروں کے شہر برباد ہو جائیں گے ایسے کہ اُن کی حالت کو دیکھکر رونا آئیگا اور پھر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ایک اور وبا پڑنیوالی ہے جو کہ بالکل نئی ہوگی۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہوگی۔ اور پھر ساتھ ہی قحط اور زلزلوں کی خبر دیگئی کہ انکی شدت سے زمین کانپ اُٹھیگی اور خدائے قادر مطلق متنبہ کرتا ہے کہ یوم ترَی الناس

سکاری وما ھم بسکاری۔ یعنی لوگ اُس دن خوف سے بیہوش اور بدمست معلوم ہوں گے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی نشہ کی چیز استعمال نہ کی ہوگی۔

اب جبکہ اِن دونوں حالتوں پر غور کرتے ہیں تو دل میں ایک سخت دہشت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بشارتیں جو کہ دیگئی ہیں اپنے حالات پر نظر کرتے ہوئے ہم اپنے آپ کو اُنکے مستحق نہیں پاتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ انعامات ایک خدمت عظیم کو چاہتے ہیں اور ہم سے ابھی وہ ظہور میں نہیں آئی۔ وہ امتحان جس میں صحابہؓ کامیاب ہوئے ابھی ہمارے درپیش ہے وہ خدا کا عشق وہ نبی کریمؐ کی محبت وہ اسلام سے سچا تعلق وہ احکام دین کی پوری پابندی وہ صدق وہ صفا وہ تقویٰ وہ طہارت وہ وفائے عہد وہ وحدت ابھی ہم میں کہاں ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کی نسبت احمدی جماعت میں ہزاروں درجہ بڑھکر یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی یہ انعام جن کا وعدہ دیا جاتا ہے اُن کاموں کے بدلے میں ہیں جو کہ صحابہؓ نے کیے اور ہم میں ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی اور ابھی بہت سے راستے ہیں جو ہمیں طے کرنے ہیں اور بہت سی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں جنپر سے ہمیں عبور کرنا ہے پس خوف معلوم ہوتا ہے اور دل پر ایک لرزہ طاری ہوتا ہے کہ خدانخواستہ ہماری سُستی اور کاہلی کو دیکھکر خدائے قدوس نے یہ ارادہ تو نہیں کیا کہ ہماری جگہ ایک ایسی قوم پیدا کرے جو کہ اُس کی عاشق ہو نبی کریمؐ کی فدائی اور مسیح موعودؑ کی فرمانبردار اور صحابہؓ کا سچا نمونہ ہو اور جو اُس انعام کی مستحق ٹھہرے جس کا وعدہ خداوند تعالیٰ بڑے پُرزور الفاظ میں دیتا ہے۔ مگر پھر

اس خیال سے کسیقدر تسلی ہو جاتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک جماعت قریباً اٹھارہ اُنیس برس سے قائم کی ہے تو یہ اُس منشاء کے برخلاف ہے کہ پھر وہ اُس جماعت کو بند کرکے ایک اور جماعت کو اُس کی جگہ قائم کر دے کیونکہ اسطرح پھر اُس کا یہ عمل جو اس عرصہ سے وہ کرتا ہے لغو ٹھہرتا ہے حالانکہ وہ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے کہ اُس کی ذات پاک ہے اور وہ لغو کام نہیں کرتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ہمیں پاک کرنیکا ارادہ ہے۔ اور اس خیال سے دل میں خوشی کا ایک جوش اُٹھتا ہے اور یہی دل چاہتا ہے کہ اُس پاک اور قدوس خدا پر پروانہ وار فدا ہو جائیں۔ پھر جب اُن مستجاب الدعوات کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں تو دل بیقرار ہو جاتا ہے اور سخت پریشانی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی ان عذابوں میں شریک ہو جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا کسی سے رشتہ نہیں جو گنہگار ہے وہ سزا پانیکا مستحق ہے پس اپنی کمزوری پر نظر ڈالتے ہوئے سخت ہی اضطراب پیدا ہوتا ہے اور سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کے آگے گڑگڑائیں اور دعائیں مانگیں کہ اے رحیم خدا ہم کو ہر طرح سے عذابوں اور دُکھوں سے بچا اور اپنے رحم کے سایہ میں لے آ، اور ہمارے دلوں کو اپنی منشاء کے مطابق پاک صاف کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو پاک کر سکے پس یہ وہ تذکرہ ہے جو کہ ہم کو ۱۹۰۷ء پر غور کرنیسے حاصل ہوتا ہے۔ اور انعامات کیطرف دیکھکر شکر کرنیکو جی چاہتا ہے اور یہی اُن آیات کا منشاء ہے جو کہ میں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں۔ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ انکو پڑھکر کسی دل لگی میں

اُڑا دیا جائے بلکہ یہ اس قابل ہیں کہ عملاً ان سے فائدہ اُٹھایا جائے یہ تذکرہ اور نصیحت جو کہ ۱۹۰۷ء سے ہم کو ملتی ہے اسی ۱۹۰۸ء میں اپنا رہبر اور رہنما بنانا چاہیئے اور اپنے روزمرہ کے حالات پر غور کرکے اور اُن سے ایک نتیجہ نکالکے اس کے ساتھ شامل کر لینا چاہیئے تاکہ ایسا ہو کہ خدا تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور جس کام کے کرنیکا اُسنے ارادہ کیا ہے اس کے لیے ہمیں بھی خدا چُن لے۔ خدا کے کام کبھی نہیں رُکتے ہاں بدبخت انسان عمدہ موقعوں سے فائدہ اُٹھانے سے رُک جاتے ہیں وہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اُسے کرکے چھوڑتا ہے کیونکہ وہ قادر ہے اور کوئی نہیں کہ اُس کا مقابلہ کرسکے ہاں انسان بارہا ایک نیک کام کو کرنا شروع کرتا ہے اور پھر بے استقلالی سے اُسکو ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔ مگر وہ جو خدا تعالیٰ سے استقلال کے لیے دعا بھی مانگتا ہے کیونکہ اس میں سب طاقتیں ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور نہ فضول ہے اُس نے ایک مامور دنیا میں بھیجا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے شرک کی بیخکنی کرے اور اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھلائے پس یہ کام تو ہوکر رہیگا۔ ہاں خوش قسمت ہیں وہ جو اس وقت ثواب دارین حاصل کرلیں اور خدا سے اپنا تعلق پیدا کرلیں کیونکہ اور سب تعلق ٹوٹ جاتے ہیں۔ مگر اسکا تعلق کہ وہ ہمیشہ رہتا ہے۔

ہم ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی یہ کام خدا کی رضا حاصل کرنیکے لیے شروع کیا تھا پس تمام احمدی جماعت سے اور خود امام وقت سے استدعا ہے کہ

مہربانی فرماکر ہمارے لیے دعا کریں کہ جس کام کو ہم نے شروع کیا ہے اس میں کامیاب ہوں۔ اور ہر طرح سے ترقی حاصل کریں۔ ایمانی طور پر بھی عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی۔ اور وہ تمام رکاوٹیں جو ہر ایک کام کے شروع کرتے وقت لازماً پیش آتی ہیں وہ ہمارے راستہ سے دُور ہوں اور ہم اُن تمام مشکلات کو حل کریں جو کہ ہمارے سامنے پیش ہوں۔ اور وہ تمام وساوس اور بدخیال جو اپنے نفس کی بدی سے یا کسی بیرونی تحریک سے انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہمارے دلوں سے دُور ہوں اور ہم بدیوں اور بدکرداریوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ شیطان ہمارے دلوں پر قبضہ نہ پاسکے۔ ہمارے دل صاف وشفاف آئینہ کی طرح ہوں انپر کوئی کدورت اور میل نہ ہو۔ اور خدا کا عکس بڑے جلال کے ساتھ انپر پڑے۔ ہم میں سچا اخلاص اور سچا عشق اور سچی محبت خدا کے لیے اُس کے رسولوں کے لیے اور دین اسلام کے لیے ہو۔ وہ قلم کا جہاد جو کہ ہم نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ شروع کیا ہے اسمیں ہمیں کامل فتح ہو اور ہم فن تقریر و تحریر میں اپنے دشمنوں پر اُسی طرح غالب ہوں جس طرح صحابہ رضؓ شمشیر زنی میں اور ہم متقیوں کے امام ہوں۔ اور ہم میں آپسمیں خدا تعالیٰ کے منشار کے مطابق سچی محبت اور سچا اخلاص ہو۔ ہماری محبت اور ہماری سب اُسی کے لیے ہو۔ امامِ وقت اور اولی الامر کی فرمانبرداری ہمارے دلوں میں گھر کر جائے۔ ہم قوم میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنیکے محرک ہوں اور اس کام کو کامیابی سے پورا کریں۔ اور وہ نتائج

جو سورج و چاند اور دن اور رات کے آگے پیچھے آنیکے متعلق سوچنے سے ۱۹۰۷ء
میں ہم نے اخذ کیے ہیں۔ اُنسے فائدہ اُٹھانیکی ہم کو توفیق عطا ہو۔ پھر ہم تمام
ممبران تشحیذ الاذھان رسالہ تشحیذ الاذھان کے تمام ناظرین کے
لیے اور اپنے لیے خلوصِ دل اور صحت نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے حضور
میں دعا کرتے ہیں کہ اے رب کریم۔ اے رحمٰن و رحیم اے مالک یوم الدین
خدا ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش اور ہم کو صحابہؓ کا سچا اور
کامل نمونہ بنا اور ہمیں توفیق بخش کہ ۱۹۰۸ء اور آیندہ سالوں میں بہت سے نیک
کام کریں اور بدیوں سے بچیں اور وہ کمزوریاں جو ہم میں ہیں وہ آیندہ ہم میں
نہ پائی جائیں اور آج جبکہ ۱۹۰۷ء نے ترقی کرکے ۱۹۰۸ء کا درجہ پایا ہے اور
ہماری جسمانی عمر آگے سے زیادہ ہوگئی ہے اُس سے کروڑوں درجہ زیادہ
ہماری ایمانی اور روحانی ترقیاں ہوں۔ اور ہم تیرے اِس کلام پاک کے پڑھنے کے مستحق
ٹھہریں کہ اِنَّ فی خلق السمٰوٰت والارض و اختلاف الیل والنھار
لاٰیاتٍ لّاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیاماً وّقعوداً وّعلیٰ
جنوبھم یتفکّرون فی خلق السمٰوٰت والارضؔ ربنا ما خلقت ھذا
باطلاً ۝ سبحٰنک فقنا عذاب النّار ۝ ربنا انّک من تدخل النّار
فقد اخزیتہٗ وما للظّٰلمین من انصار ۝ ربّنا انّنا سمعنا
منادیاً یّنادی للایمان ان اٰمنوا بربّکم فاٰمنا ۚ ربنا فاغفر لنا
ذنوبنا وکفّر عنّا سیّاٰتنا وتوفّنا مع الابرار ۝ ربّنا واٰتنا ما

علیٰ رسلك ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انك لا تخلف المیعاد ۔ اور ہمارے امام پر ہزاروں ہزار برکتیں ہوں اور وہ کام جس کے لیے اُس کا دل دردمند ہے وہ اس میں کامیاب ہو اور اس کی کوششوں اور تیرے فضل کی بدولت اسلام پیارا اسلام پھر اپنی شان و شوکت حاصل کرے اور رسالہ تشحیذ الاذہان کا یہ تیسرا سال اور آیندہ کے سال ہمارے لیے اور ہماری قوم کے لیے مبارک ہوں۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

کیا اسلام علمی مذہب ہے؟

تمہید اس بات کا جواب دینے سے پہلے کہ کیا اسلام علمی مذہب ہے یا نہیں ہم خلاصۃً اتنا لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کے لکھنے کی کیا وجہ ہوئی ہے اور کونسا خیال ہے جس نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم اس کے لکھنے کی طرف متوجہ ہوں؟ پس یاد رہے کہ اس مضمون کے لکھنے کی طرف توجہ دلانیوالی وہ مجلس ہے جو کہ وچھووالی کے آریوں نے یعنی گھاس پارٹی کے پیروؤں نے دھرم چرچا کے نام سے ایامِ دسمبر ۱۹۰۷ء میں اپنے مندر واقعہ وچھووالی لاہور میں کی تھی اور جس میں تمام مذاہب کے لوگوں کو بلایا گیا تھا کہ وہ آکر اس جلسہ میں تمام حاضرین کے [illegible] و اس بات پر تقریر کریں کہ کیا کوئی الہامی کتاب ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی

ہے تو کونسی؟ اور اس بات کی تاکید بھی بڑے زور سے کی گئی تھی کہ تمام مذاہب کے قایم مقام اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ اُن کے مضمون میں دوسرے مذاہب کے پیرووں کی دل شکنی نہ ہو یعنی دوسرے مذاہب پر کوئی خلاف تہذیب حملہ نہ کیا جائے بلکہ اپنی کتاب کے سچا کرنیکی کوشش کیجائے چنانچہ اس جلسہ میں مسلمانوں کے قایم مقام کے طور پر ہمارے امام حضرت **میرزا غلام احمد صاحب کو** بُلایا گیا کہ وہ بھی آکر قرآن شریف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کریں اور ثابت کریں کہ کیا واقعی قرآن شریف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور الہامی کتاب ہے۔ اور پرائیوٹ خطوط لکھکر خاص طور پر تحریک کی گئی کہ آپ ضرور اس موقعہ کے لیے کچھ لکھیں اور آریہ صاحبان کو ممنون کریں اور ان خطوط میں یہ وعدہ بھی دیا گیا تھا کہ کوئی بات ایسی نہیں کیجائے گی جس سے کسی مذہب کے پیرو کا دل دُکھے اور وہ کسی قسم کی تکلیف محسوس کرے اور کوئی ایسی زباندرازی روا نہیں رکھی جائیگی جس سے کسی قسم کی دل شکنی متصوّر ہو اور پھر بعض احمدی معززین سے بھی اس بات کا ذکر کیا گیا کہ وہ مرزا صاحب کو تحریک کریں اور اس موقع کے لیے اُن سے کچھ لکھوائیں چنانچہ آریہ صاحبان کا اسقدر شوق اور سرگرمی دیکھکر اور بار بار کے تہذیب و شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھنے کے وعدے پر نظر کرکے حضرت مسیح موعودؑ نے ارادہ کیا کہ وہ اس موقع کے لیے کچھ مضمون تحریر فرماویں اور دلائل قویّہ سے اس بات کو ثابت کردیں کہ دراصل اس زمانہ میں قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو الہامی ہونیکا دعویٰ

کر سکے۔ چنانچہ آپنے باوجود وقت کے کم ہونیکے اور طبیعت کی ناسازی کے اس مضمون کو لکھنا شروع کر دیا اور وقت مقررہ تک جس میں ایک ہفتہ باقی تھا اس مضمون کو ختم کر دیا اور اس کے سنانے کے لیے مولٰنا مولوی نور الدین صاحب کو مقرر فرمایا کیونکہ خود حضرت مسیح موعودؑ بوجہ علالت طبع کے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اس جلسہ کے لیے تین دن مقرر کیے گئے تھے یعنی تین چار اور پانچ دسمبر۔ پہلی تاریخ یعنی تین دسمبر کو سناتن دھرم والوں اور عیسائیوں کا مضمون تھا جلسہ چھ سے دس بجے تک رہا پہلے سناتن دھرم کی طرف سے ایک پنڈت صاحب کھڑے ہوئے جنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تمام مذاہب کی کتب واقعی خدا کی طرف سے ہیں مگر کامل اور مکمل ایک وید ہی ہے باقی کتب مکمل نہیں ہاں خدا کا کلام ضرور ہیں اور پھر وید کی خوبیاں بیان کیں مگر انہوں نے اپنے مضمون میں سنسکرت کے الفاظ اسقدر استعمال کیے تھے کہ اُنکا مضمون عام فہم نہیں رہا تھا بلکہ مضمون کے آخری حصہ میں تو آدھے سے زیادہ حصہ سنسکرت کے الفاظ تھے۔ مضمون فلسفیانہ رنگ کا تھا اور کسی مذہب پر بیجا حملہ کرنیکی کوشش نہیں کی گئی تھی مگر باوجود اس شائستگی کے پنڈت صاحب سے آریہ صاحبان نے کوئی نیک سلوک نہیں کیا بلکہ انکے مضمون کے دوران میں ڈی اے وی کالج کے طلباء تالیاں پیٹتے تھے اور شور کرتے تھے اور پنڈت صاحب کی آواز کانوں تک بہت مشکل سے پہنچتی تھی۔ اور یہ کام نہ صرف نوجوانوں تک محدود رہا بلکہ بچے اور جوان ادھیڑ عمر کے اور بوڑھے تمام اس میں شریک ہو گئے اور بار بار پنڈت صاحب کو مجبور کرنے لگے کہ وہ اس مضمون کو

ناتمام ہی چھوڑ دیں اور آخر انہوں نے ایسا ہی کروا کے چھوڑا۔ یعنی صرف ڈیڑھ صفحہ مضمون کا رہ گیا تھا جبکہ اُن کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی تقریر کو بند کریں اور اس بات سے بھی انکار کیا گیا کہ باقی ماندہ حصّہ مجموعۂ مضامین میں شایع کر دیا جائے اب عیسائی صاحبان کا مضمون تھا اور اُنکی طرف سے پادری علی بخش صاحب قایم مقام تھے جنہوں نے اپنے مضمون میں شائستگی کا بہت لحاظ رکھا مگر اُنکا تمام مضمون قریباً سب کا سب اعتراضوں سے ہی پُر تھا اور اس میں عجیب عجیب پیرایوں میں مختلف مذاہب پر اعتراض کیے گئے تھے اور جو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیگئی تھیں وہ وعدے ہی وعدے تھے دلیل کا نام تک نہ تھا۔ آپکے بعد پادری ٹھاکر داس بھی عیسائیوں کی طرف سے بولے مگر قریباً تمام باتوں میں پادری علی بخش سے اختلاف ہی ظاہر کیا۔ اور وعدے انہوں نے بھی بہت کچھ کیے مگر دلیل سے سروکار نہ تھا۔ اسکے بعد پہلے دن کی کارروائی ختم ہوئی اور دوسرے دن پہلے برہمو اُنکا لیکچر تھا جنہوں نے الہام کے معنے یہ کیے کہ سائنس کے مطابق جو بات دلیل آ جائے وہ الہام ہے اور کہا کہ سب کتابیں الہامی ہیں۔ پھر اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کا مضمون ہوا جس کو لوگوں نے بہت شوق سے سُنا۔ اور اس مضمون کے سُننے کے لیے اسقدر مخلوق جمع تھی کہ آخر ٹکٹ بند کر دینا پڑا۔ اور لوگ نہ صرف ہال اور گیلری میں ہی بھرے پڑے تھے بلکہ چھت پر اور دیواروں پر بھی قدم رکھنے کو جگہ نہیں رہی تھی۔ مضمون کے دوران میں کسی قسم کا شور و غل نہیں ہوا پہلے مولوی نورالدین صاحب نے اسکا کچھ حصّہ پڑھا مگر بوجہ اُنکی علالت طبع کے ڈاکٹر یعقوب بیگ

اور یہ رات اور دن بنائے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہین
اس سے نصیحت پکڑنیوالے نصیحت پکڑ سکتے اور شکر کرنے والے شکر کر سکتے ہین
اب ہمین دیکھنا چاہئے کہ اِس کا کیا مطلب ہے خدا تعالیٰ ہمین اس بات کو بتانے
کے بعد جو نصیحت پکڑنے اور شکر کرنے کی ہدایت فرماتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی
بڑی بات اِس مین پوشیدہ ہے جو کہ ہماری ترقی کا موجب اور دینی ہدایت کا
باعث ہے چنانچہ خدا تعالیٰ سورۂ آل عمران رکوع بیس مین اس کی طرف
اشارہ فرماتا ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لاٰیات
لاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ جنوبھم
یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا
سبحٰنک فقنا عذاب النار

تحقیق آسمانون اور زمین کی پیدایش - رات اور دن کے آگے پیچھے آنے مین عقلمند
لوگون کے لئے نشانات ہین - وہ عاقل لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے خدا تعالےٰ
کا ذکر کرتے ہین - آسمانون و زمین کی پیدایش مین سوچتے اور فکر کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ اے ہمارے رب تونے ان چیزون کو بیفایدہ نہین پیدا کیا تو
اس سے پاک ہے پس تو ہمکو عذاب دوزخ سے بچا - اب اِن آیتون پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی پیدایش اُسکی بُرجون مین تقسیم پھر سورج و چاند کی
بناوٹ بیفایدہ نہین ہوئی بلکہ ان مین بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہین چنانچہ اسکے

صاحب نے باقی ماندہ حصّہ کو پورا کیا اب ہم اس مضمون کا ایک نہایت مختصر خلاصہ نیچے درج کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا مضمون

اس مضمون کے شروع میں اس بات پر بہت زور دیا گیا تھا کہ اسلام نے ہدایت کو کسی خاص قوم کے لیے مختص نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مختلف وقتوں میں اور مختلف ملکوں میں باقتضائے ضرورتِ وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی آتے رہے ہیں اور اُن سے خدا تعالیٰ کلام بھی کرتا رہا ہے اور ہر زمان اور ہر مکان کے مطابق انپر احکام شرعیہ بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی گئی ہے کہ نہ صرف آنحضرت صلعم پر ایمان لاؤ بلکہ تمام انبیائے کرام پر صدق دل سے یقین رکھو اور نہ صرف قرآن شریف کو الہامی کتاب سمجھو بلکہ اُن کُتب کو بھی خدا تعالیٰ کا کلام جانو جو کہ وقتاً فوقتاً مختلف ممالک کے انبیاءؑ پر نازل ہوئی ہیں اور اُن نبیوں کی بھی ویسی ہی عزت کرو جیسے آنحضرت صلعم کی اور اُن کتب کو بھی ویسی ہی توقیر کی نگاہ سے دیکھو جیسے قرآن شریف کو۔ ہاں چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے چاہا کہ انسان کو ایک ایسی تعلیم دے جو نہ صرف اسکو بدیوں سے بچائے بلکہ نیکیوں کی ترغیب و توفیق کی بھی موجب ہو اور وہ ایسی تعلیم ہو کہ نہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک زمانہ کے لیے ہو بلکہ ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ پر اُسکا اثر یکساں حاوی ہو۔ پس اسی غرض کے لیے اُس نے محمد صلعم پر قرآن شریف کو

اُتارا اور اُس میں ایسی تعلیم رکھی کہ جو ہر قوم ہر ملک ہر آب و ہوا اور ہر زمانہ میں کام آسکے۔ پس قرآن و حدیث سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سوائے اسلام کے پہلے اور کوئی مذہب نہیں تھا یا اور کوئی نبی نہیں آیا بلکہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ کان فی الھند نبیًا اسود اللّون اسمہ کاھن۔ یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جس کا رنگ سیاہ تھا اور اُسکا نام کاہن تھا یعنی گھنیّا یا کرشن اور پھر آنحضرت نے اس بات کے جواب میں کہ کیا کبھی فارسی زبان میں بھی الہام ہوا ہے فرمایا کہ ہاں ہوا ہے ایں مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم۔ اب اس تعلیم کے مطابق ہم لوگ مسلمان کرشن رامچندر وغیرہ کو بھی نبی مانتے ہیں اور انپر بھی ایسا ہی ایمان لاتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر۔ پس اہل ہنود کو اور عیسائیوں کو اور دوسرے مذاہب والوں کو چاہیئے کہ جس طرح ہم انکے انبیاءؑ کو مانتے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے ایک نبی آنحضرت صلعم کو قبول کریں ہاں ابھی ہم انسے یہ نہیں کہتے کہ وہ اسلام قبول کریں بلکہ صرف اسقدر التجا کرتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے اس کارروائی کو دیکھ کر اتنا تو کریں کہ لا الٰہ الّا اللہ محمد رّسول اللہ کہہ چھوڑیں۔ کیونکہ اس سے ہمارے درمیان اور اُنکے درمیان صلح ہو جائیگی اور اتفاق کی وجہ سے قوم بہت کچھ ترقی کر سکتی ہے۔ ورنہ اس صورت میں صلح صلح پکارنا جبکہ ہمارے جان و مال سے زیادہ عزیز نبی کو گالیاں دیجائیں ناممکن ہے۔ اور بالکل بیہودہ اور فضول ہے جب کسی کے باپ کو گالی دیجائے تو وہ کسقدر ناراض ہو جاتا ہے تو پھر آنحضرت کو

جن کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں اسقدر ہے کہ بڑے سے بڑا مسلمان بادشاہ اُنکے نام لینے پر عزت کے لیے تخت پر سے اُتر آتا ہے گالیاں دیجائیں تو مسلمان کسطرح برداشت کرسکتے ہیں۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں سے مسلمان صلح کریں۔ جنگل کے درندوں اور بنوں کے سانپوں سے صلح ہوسکتی ہے مگر ان لوگوں سے نہیں جن کے مُنہ سے نبی کریمؐ کی نسبت توہین آمیز کلمات نکلیں۔ پس ایسی صلح والی تعلیم لیکر ہم آپ لوگوں کے سامنے آئے ہیں کہ آپ ہماری باتوں کو غور سے سُنیں اور جسطرح ہم آپکے نبیوں کی عزت اور توقیر کرتے ہیں آپ بھی ہمارے نبی کی توہین نہ کریں۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کیا کوئی الہامی کتاب ہوسکتی ہے؟۔ پس یاد رہے کہ وہ خدا جس نے انسان کے لیے دنیاوی عیش و عشرت کے اسقدر سامان مہیا کیے ہیں کسطرح ممکن ہے کہ روحانی طور پر انسان کی رہنمائی نہ کرے۔ یہ تو سوال کا حصّہ تھا۔ دوسرا حصّہ یہ ہے کہ اگر کوئی الہامی کتاب ہے تو کونسی اسکا جواب بہ حیثیت ایک مسلمان ہونیکے ہم یہی دینگے کہ وہ قرآن شریف ہے۔ اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ الہامی کتاب ہونیکی دلیل وہ معجزات و خوارق ہوتے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ نے بندوں کو اس بات کے ثابت کرنیکے لیے کہ واقعی وہ شخص جو اُس کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے سچا ہے دکھاتا ہے۔ اور چونکہ معجزات و خوارق انسانی دسترس سے بالا ہوتے ہیں اس لیے دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص جو الہام کا مدعی ہے اور یہ الہام جو وہ پیش کرتا ہے خدا کی طرف سے ہے۔

مگر اس بات کے مان لینے کے بعد یہ مشکل پیش آئیگی کہ تمام قومیں اور تمام مذاہب
اس بات کے مدعی ہیں کہ اُنکے نبیوں نے بھی فلاں فلاں معجزات دکھائے اور
انکی کتابوں میں بھی ایسی پیشگوئیاں تھیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔
پس اس بات کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بھی پیشگوئیاں
کیں اور وہ پوری ہوئیں۔ بلکہ ہم قرآن شریف کی سچائی کے لیے یہ دلیل
پیش کرتے ہیں کہ اور مذاہب کے لوگ تو پچھلے قصے سُناتے ہیں اور دعوی کرتے
ہیں کہ انکے نبیوں نے یہ معجزات اور یہ خارق عادت کرشمے دکھائے حالانکہ
اُنکے پاس کوئی ثبوت نہیں اور ممکن ہے کہ زمانہ کے اختلاف نے انپر بہت
کچھ رنگ چڑھا دیا ہو اور عجیب اور حیرت انگیز طریقہ میں بدل دیا ہو۔ اور اگر
وہ واقعی سچ بھی ہوں تو اسوقت اُن سے کیا فایدہ ہے۔ مگر قرآن شریف
کا یہ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ الٰہی برکت سے ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے
رہتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہوتا ہے اور وہ اُس سے مکالمہ و
مخاطبہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں ایسے خوارق و معجزات دکھاتے
رہتے ہیں کہ جن کو مذاہب کے لوگ قصوں کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ
وہ معجزہ ہے جس سے بڑھکر اور کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسوقت
بھی اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس شرف سے مشرف کیا ہے اور
ایسے ایسے معجزات دکھائے ہیں کہ جن کو لاکھوں آدمیوں نے دیکھا ہے اور
اور خود آریہ صاحبان بھی کئی معجزوں کے گواہ ہیں اور دیگر مذاہب والوں نے

بھی انکو مشاہدہ کیا ہے۔ ان معجزات کی تعداد اسقدر ہے کہ شمار میں نہیں آسکتی اور نہ صرف پہلے ہی یہ معجزے دکھائے گئے بلکہ اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو کہ آیندہ کے لیے ہیں مثلاً طاعون کی نسبت مجھکو خبر دی گئی ہے کہ اس سے شہروں کے شہر ویران ہو جائیں گے۔ اور انکی حالت بدل جائے گی۔ اور پھر بتایا گیا ہے کہ ایک اور زلزلہ آنیوالا ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جو کہ دنیا پر سخت تباہی ڈال دیگا۔ پس یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظہور میں آرہا ہے یہ سب قرآن شریف کا ہی معجزہ ہے اور اسی کی برکت سے یہ سب کارخانہ ہے اور یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے آیندہ کے لیے لوگوں میں یہ طاقت پیدا کر دی بلکہ خود آنحضرت صلعم نے بڑے بڑے معجزے اور خوارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ جن کی نظیر نہیں مثلاً شق القمر کا معجزہ۔ پس قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کہ نہ صرف خود معجزات سے بھری ہوئی ہے بلکہ اسکی بدولت ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ سے توفیق پاکر خود بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ اور یہ تمام معجزات بھی قرآن شریف ہی کے ہوتے ہیں کیونکہ اسی کی بتائی ہوئی راہوں پر چلکر انسان یہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ پس وہ کتاب جو ہر وقت انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے وہی سچی الہامی کتاب ہے۔ اور وہ قرآن شریف کے سوا کوئی نہیں (یعنی اس زمانہ کے لیے سوائے قرآن شریف کے اور کوئی کتاب نہیں جو انسان کو خدا سے ملا سکے اور جس سے

فیض پاکر انسان معجزات وخوارق دکھا سکے۔ پہلی کتابیں حق ہیں مگر اُن کا زمانہ ختم ہوچکا اور اب تمام ملکوں اور کُل زمانوں کے لیے ایک قرآن شریف ہی الہامی کتاب ہے اور کوئی نہیں۔ (اسلام ایڈیٹر)

اس کے بعد تعلیموں کا مقابلہ کرکے دکھایا گیا تھا کہ کونسی تعلیم ہر زمانہ کے لیے ہے اور یہ کہ قرآن شریف پر جسقدر اعتراض کیے جاتے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں اور بعضے ایسے اعتراض ہیں جو کم فہمی سے کیے جاتے ہیں اور اصل میں وہ خوبیاں ہیں غرضکہ یہ تمام لیکچر اسقدر معارف اور حقایق سے پُر تھا کہ ایمان تازہ ہوتا تھا اس میں ملائکہ کا ثبوت اور شیطان کا ثبوت اور دیگر کئی اعتراضوں کا جواب دیا گیا تھا۔ اور چونکہ حجم قریباً ستّر صفحہ کا تھا اس لیے سنانے میں ڈھائی گھنٹہ لگے۔ اور سامعین پر حق کا اسقدر رُعب تھا کہ کوئی شور و شر نہیں ہونے پایا بلکہ اگر کوئی کھانستا بھی تھا تو لوگ اُسکو غُصّہ بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ خلاف معمول سر پر کوئی سایہ تک نہ تھا اور لوگ صحن میں بغیر کسی روک اور پردہ کے بیٹھے تھے اور رات کی وجہ سے سردی اور بھی زور پر تھی۔ مگر پھر بھی لوگوں نے اسقدر توجہ اور خیال سے اس لیکچر کو سُنا کہ خدا کی قدرت نظر آتی تھی۔

اس خلاصہ کے لکھنے کے بعد ہم اسقدر لکھدینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ستّر صفحہ کے مضمون کو ایک دو صفحہ میں لانا ایک نہایت ہی مشکل بلکہ

ناممکن کام ہے اس لیے ہم نے اُن بعض باتوں کو یہاں خلاصۃً بیان کر دیا ہے جن کا آگے مضمون کے ساتھ تعلق ہے ورنہ اصل مضمون کی شان تو ناظرین تب دیکھیں گے جبکہ وہ چھپکر شایع ہو جائیگا۔ یہ خلاصہ تو ہم نے اُن ریمارکوں سے کیا ہے جو کہ لاہور میں جلسہ کے موقعہ پر کیے گئے تھے۔ ورنہ اصل مضمون ابھی شایع نہیں ہوا۔

اب اس کے بعد ہم ناظرین کو آریوں کے مضمون کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ جن کے بار بار کے تہذیب اور شائستگی کے وعدہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقع کے لیے مضمون تیار کیا تھا اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس وعدہ کو کہاں تک پورا کیا۔ اور اُس صلح اور امن کی تعلیم کے بعد جو کہ ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کی تھی کہاں تک نیک نیتی اور صاف باطنی سے کام لیا۔

آریوں کا لیکچر

حضرت مسیح موعودؑ کی اسی صلح اور امن کی تعلیم کے بعد اور اسقدر تہذیب و شائستگی نرمی و محبت خلوص و صاف باطنی کے پیغام کے بعد جس مضمون کی آریوں سے امید کیجاتی تھی افسوس کہ بالکل اس کے برخلاف ظہور میں آیا۔ اگرچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بارہ میں پہلے سے ہی اطلاع دیدی تھی جو کہ اُسی مضمون کے آخر میں درج بھی کردی گئی تھی کہ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب کہ تو مجھ سے ایک

چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح ہے۔ یہاں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ایسا امر ہونیوالا ہے جو کہ دلوں کو ناگوار ہوگا اور کوئی ایسا تاریک امر کیا جائیگا جس سے اسلام کے روشن چہرہ پر ظلمت کا پردہ ڈالنے کی کوشش کیجائیگی مگر خدا تعالیٰ تسلی دیتا ہے کہ مَیں سیاہ رات کی تاریکی میں تجھ کو ایسا روشن کرونگا جس طرح چمکتا ہوا روشن ستارہ ہوتا ہے اور دنیا دیکھ لے گی کہ تُو ہی وہ چمکتا ہوا اور روشن نشان ہے کہ جس سے رات کے وقت راہ گیر راہِ گم گشتہ کو پاتے اور اندھیرے میں بھٹکنے والے اسکی چمک سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ صاف الفاظ میں الہام تھا کہ انھم ما صنعوا ھو کید ساحرٍ ولا یفلح الساحر حیث اتیٰ۔ ترجمہ۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے۔ وہ ساحر کی تدبیر ہے۔ اور ساحر کسی راہ سے آئے۔ وہ کامیاب نہیں ہوگا۔" پس ان الہامات سے امید پڑتی تھی کہ کوئی ناگوار امر پیش آنیوالا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون دیکھتے ہوئے یہ خیال ضرور آتا تھا کہ کچھ سختی تو کریں گے مگر شائد معمول سے کم اور خاصکر جب پریذیڈنٹ جلسہ کے ریمارک پر نظر کرتے تھے تو اور بھی یقین ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر کے ختم ہونیکے بعد انہوں نے کھڑے ہوکر یہ کہا کہ کل آریوں کا لیکچر ہوگا اور امید ہے کہ تمام صاحبان ضرور تشریف لائیں گے اور خاصکر احمدی صاحبان۔ اور وہ خیالات سُنیں گے جو کہ آریہ لوگوں کے الہام اور الہامی کتاب کی نسبت ہیں۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب ہماری روحانی

شفایابی کے لیے بھی اسطرح دعا کریں گے کہ جسطرح ہمارے دو بھائیونکی نسبت آپنے لکھا ہے کہ مَیں نے انکے لیے دعا کی اور وہ شفایاب ہوئے (اس مضمون میں جو حضرت صاحب نے اس موقع کے لیے لکھا تھا یہ بھی درج تھا کہ ایک شخص ملاوامل ساکن قادیان کو تپ دق ہوئی اور اُس نے گھبراکر مجھ سے دعا کی درخواست کی چنانچہ مجھ کو دعا کے بعد الہام ہوا کہ یا نار کونی بردًا و سلامًا یعنی اے تپ دق کی آگ تو ٹھنڈی ہوجا۔ اور یہ پیشگوئی مَینے اسکو بلاکر سُنا بھی دی۔ پس خدا کے حکم کے مطابق چند دنوں کے بعد وہ بالکل تندرست ہوگیا اور اب تک زندہ موجود ہے۔ اور دوسری بات لالہ شرمپت کے متعلق لکھی تھی کہ اُسکا بھائی ایک مقدمہ میں پکڑا گیا تھا اور اسکو سزائے قید ہوگئی تھی۔ اور اس مقدمہ میں اس کے ساتھ ایک اور بھی شریک تھا۔ اور لالہ شرمپت نے مجھ سے اپنے بھائی کے مقدمہ کیلیے دعا کے لیے کہا تھا اور عدالت ماتحت کے حکم کی اپیل عدالت چیف کورٹ میں کی گئی تھی۔ پس مَینے اس کے لیے دعا کی اور مجھ کو معلوم ہوا کہ مثل پھر عدالت ماتحت میں آئیگی اور لالہ شرمپت کے بھائی کی تو قید آدھی رہ جائیگی اور دوسرے شخص کی سزا اُسی طرح بحال رہے گی چنانچہ مَینے اُسکو بھی بلاکر کہدیا تھا اور اُس نے اپنی آنکھوں سے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ پریزیڈنٹ صاحب کا ریمارک ان دو معجزات کے متعلق تھا۔ اور یہ اُنکے مُنہ سے نکلنا خواہ منافقانہ طور سے یا دل سے خدا تعالیٰ کی ایک قدرت

تھی اور اسلام کی فتح۔ پس اس ریمارک کے بعد قطعًا امید نہیں ہو سکتی تھی کہ آریہ صاحبان سخت کلامی سے پیش آئیں گے اور خاصکر جبکہ اُنکے پریزیڈنٹ نے احمدیوں کو خاص طور سے بلایا تھا تو اور بھی اس بات کی امید ہوتی تھی کہ کسی قدر شرافت کا برتاؤ ہی کیا جائیگا۔ مگر افسوس کہ واقعات نے اس کے برخلاف ثابت کیا۔ اور وہ وقت آیا جبکہ آریوں کے قایم مقام کھڑے ہوئے اور انہوں نے مضمون مقررہ پر لیکچر دینا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ ساری تہذیب کے وعدے بالکل غلط اور بے بنیاد تھے اور آریوں نے چاہا تھا کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو اس طرح دھوکے کے ساتھ بلا کر اُنکو وہ باتیں سنائی جائیں جو کہ اُنکے کان سُن نہ سکتے ہوں اور ایسے بیان اور وہ کلمات اُنکے گوش گذار کیے جائیں جن کو قوت شنوائی برداشت نہ کر سکتی ہو اور اُن سخت گندے غضبناک آتش خیز توہین آمیز شدت سے غیرت دلانیوالے اوطیش اور غصہ اور غضب اور قہر اور جوش کی آگ بھڑکانیوالے الفاظ سے اُنکے نبیوں کو یاد کیا جائے کہ جو برداشت سے بڑھکر ہوں۔ اور جن کو سننا ایک مسلمان کے لیے ایک تیز تلوار اور بندوق کی گولی سے بھی زیادہ سخت ہو۔ چنانچہ اس مضمون میں جو کہ آریوں کی طرف سے دیا گیا کوئی دقیقہ غیر مذاہب والوں کی دلآزاری کا نہیں چھوڑا گیا۔ خاصکر مسلمانوں پر نہایت سخت ظلم کیا گیا اور ایسے ایسے الفاظ اُنکے نبیوں کی نسبت استعمال کیے گئے کہ قلم میں طاقت نہیں کہ اُنکو بیان کیا جائے۔ اور غیرت قومی اور حمیت مذہبی اس

متعلق چھان بین تو سڑانو مر ہمیشہ سے کرتے آئے اور بڑے بڑے عجائبات
قدرت ظاہر ہوئے ہین جن سے عقل دنگ ہوجاتی ہے مگر بظاہر ایک موٹی بات ہے
کہ سردی گرمی بارش وخشک سالی بہار وخزان یہ باتین سب انہین چیزون کی پیدایش
کے متعلق ہین اگر یہ نہ ہون تو نظام عالم مین بالکل فرق آجائے اور انسان کی زندگی
مین فرق آجائے اور انسان کی زندگی کا خاتمہ ہوجائے۔ پانی ہے تو انکی وجہ سے
..... میسر آتا ہے غلہ اور میوہ ہے تو انکی مدد سے پکتا ہے جو کہ انسان کی غذا بنتا ہے
پس اسجگہ خدا تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ جب دُنیاوی زندگی کیلئے جو چند روزہ ہے اور
چند سالون کے بعد ختم ہوجانے والی ہے ہمنے یہ سامان پیدا کئے ہین تو یہ کیونکر
ممکن ہوسکتا ہے کہ روحانی زندگی کے لئے کوئی طریقہ نہ رکھا ہو جس سے انسان
وہ دایمی اور ابدی آرام حاصل کرسکے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس اس سے
عقلمند انسان کیلئے ضرورت امام کا مسئلہ بالکل حل ہوجاتا ہے اور وہ دیکھ سکتا ہے
کہ جیسی دنیاوی زندگی کیلئے سورج اور چاند کی ضرورت ہے ویسے ہی روحانی زندگی
کیلئے ایک روحانی سورج اور چاند کی ضرورت ہے اگر وہ نہ ہون تو انسان پر
روحانی موت آجاوے اور وہ باوجود کھانے پینے کے بھوکا اور پیاسا ہو اور
باوجود بصارت کے اندھا ہو اور باوجود قوت شنوائی کے بہرہ ہو اور باوجود زندہ
ہونیکے اس پر ایک موت طاری ہو۔ پس اسی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ
فرماتا ہے۔ کہ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ

بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اُن الفاظ کو دوبارہ دوہرایا جائے جو کہ آریوں نے
اپنی طرف سے تمام زور خرچ کر کے اور اُردو دانی کا پورا جوہر دکھا کر ہمارے
انبیاء اقطاب اولیاء اور ابرار کی نسبت استعمال کیے۔ مَیں خیال کرتا ہوں
کہ لُغت اُردو اور فارسی میں کوئی گالی نہ چھوڑی گئی ہوگی جو ہمارے نبیوں کی
نسبت استعمال نہ کیگئی ہو اور کوئی ایسا سخت کلمہ نہ رہا ہوگا جو دشنام دہی
کے طور پر لیکچر میں درج نہ کیا گیا ہو غرضکہ جہانتک انکا بس چلا اُس لیکچر کو
سخت کیا اور اشتعال آمیز بنایا اور مسلمانوں کے دلوں کو اسقدر دکھایا کہ
آجتک کسی کو اسقدر تکلیف نہ دیگئی ہوگی اور کوئی ذی روح نہ ہوگا جس کو
اس طرح سے دُکھ دیا گیا ہو آریوں نے ہمارے دلوں پر اُن تیز اور اشتعال آمیز
الفاظ کا آرا چلایا کہ لوہے کا آرا اُس سے کہیں آرام دہ اور نرم ہوتا ہے اور
انہوں نے جو الفاظ ہمارے بزرگوں کی نسبت استعمال کیے وہ کہیں زیادہ
سخت تھے اُس گولی سے جو ایک بے رحم ظالم ایک بیکس مظلوم پر چلاتا ہے افسوس
اگر کچھ بھی شرافت سے کام لیا جاتا اور تہذیب و شائستگی کو ترک نہ کیا جاتا
اور وہ خلاف تہذیب اور ناشائستہ الفاظ جو مسلمانوں کے دلوں کو دکھانیکے
لیے استعمال کیے گئے تھے استعمال نہ کیے جاتے اور وہ گندی گالیاں
اور فحش کلمات جو ہمارے نبیوں کے بارہ میں بیان کیے گئے تھے نہ بیان
کیے جاتے۔ تو تمام دنیا میں وہ ذلّت و بدنامی جو آریہ قوم کی اس شرافت سے
گرے ہوئے فعل سے دونو پر ہوئی نہ ہوتی۔ اور ہم مسلمان یقین کر لیتے کہ

واقعی آریہ قوم نے اُس سبق سے جو اسی سال ۱۹۰۷ء کے شروع میں
گورنمنٹ نے اُسے دیا ہے کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ اور وہ آگے کی نسبت
بہت کچھ اصلاح کر چکی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی
نکلتا ہے اور جس قسم کے ہتھیار کوئی انسان رکھتا ہے اُنہیں کو موقعہ پر استعمال
کرتا ہے آریوں کے پاس سوائے اس کے کیا ہے کہ بزرگوں اور پیشواؤنکو
گالیاں دیں اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں اُنکی طرف سے حقارت اور نفرت کا
فیلنگ پیدا ہونیکی کوشش کریں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر
روئے زمین پر سے سیاہی کا بدنما داغ مٹا کر روشنی اور نور کو پھیلایا۔
آج ہزاروں سال بعد اُنکی نسبت وہ لفظ استعمال کریں جو ایک بدترین انسان
کے بارہ میں بولنے بھی اخلاقی جُرم سمجھے جاویں اور اُنپر اُس ظلمت کے
پھیلانیکا جھوٹا اور من گھڑت الزام لگاویں جس کے دُور کرنیکے لیے اُنہوں
نے اپنی عمریں خرچ کر دیں اور طرح طرح کے مصائب و شدائد تکلیفیں اور تنگیاں
رنج اور دُکھ بلائیں اور مصیبتیں برداشت کیں اور جھیلیں مگر اس کام کو کر کے
ہی چھوڑا۔ اور سطح زمین کو تمام گناہوں۔ بدیوں۔ بدکرداریوں۔ خباثتوں۔
شرارتوں اور بدمعاشیوں اور عیاشیوں سے پاک کر دیا۔ اور جنہوں نے
کفر۔ شرک۔ فسق۔ فجور۔ کینہ۔ بُغض۔ حسد۔ تکبر۔ جہل۔ خود پسندی۔ زنا۔
بڑائی۔ تعلّی۔ تعدّی۔ ظلم۔ چور۔ کمینگی۔ غصب۔ بیحیائی۔ بیشرمی۔ بخل اور
دیگر طرح طرح کی بدمعاشیوں اور بیحیائیوں کی بیماریوں سے جو بنی نوع انسانکو

گھن کے کیڑے کی طرح لگی ہوئی تھی اور ایمان اور تقویٰ اور زہد اور ورع اور حُسن ظنی کے درخت کو جڑھ سے اُکھیڑ رہی تھیں۔ اور دن بدن کمزور کر رہی تھیں۔ انسان کو شفاء کلی بخشی اور عافیت اور امن اور اصلاح کا پانی انپر چھڑکا مگر کیا سورج کی شعاعیں کسی انسان کے آنکھیں بند کرنیسے روئے زمین پر روشنی ڈالنے سے بند ہو جائیگی یا ایک اندھے کے انکار سے سورج کی ذات میں شک پڑ جائیگا۔ یا ایک کوڑھی کے انکار سے صحت انسانی کی خوبیوں کے وجود میں تردّد ہوگا۔ نہیں کبھی نہیں سورج کی روشنی اور اُسکا وجود اور صحت انسانی کا واقعی مفید ہوگا یہ ایسی باتیں ہیں کہ نہ تو کسی انسان کے کہنے سے بُری سمجھی جا سکتی ہے اور نہ اُنکے وجود پر شک لایا جا سکتا ہے چاند پر تھوکنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تھوک اُلٹا اس کے مُنہ پر ہی گریگا اور اس شخص کو ذلیل کرے گا جو اس بیشرمی کا مرتکب ہوگا۔ سورج پر غصّہ کی نگاہیں ڈالنے والا اپنی آنکھیں کھوئیگا۔ پس اسی طرح وہ کام جو انبیاء علیہم السلام نے کیے ہیں اُنپر پردہ ڈالنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ پردہ اُلٹا اُس کے مُنہ پر پڑے گا۔ وہ جو اُنکو الزام دیتا ہے خدا تعالیٰ جو اپنے نیک بندوں کے لیے بڑا غیرت مند ہے اُسکو مُلزم گردانیگا اور وہ جو اُنپر تہمت دھرتا ہے وہ اُسی جرم کا خود مرتکب ہوگا۔ انبیاءؑ کا وجود آئینہ ہوتا ہے جو شخص اُنکی ذات میں گناہ اور بدیاں پاتا ہے وہ خود انکا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمیشہ سے سُنّت اللہ ہے کہ گندے اور ناپاک اور گنہگار لوگ تمام

نبیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اُنسے بُغض اور حسد اور کینہ رکھتے ہیں اور اُنکی پاک تعلیم کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے اور اُنکی ترقی اپنی موت سمجھتی ہیں اور ہمیشہ اُنکی عیب گیری کرنیکی کوشش کرتے ہیں اور جھوٹے الزامات اُنپر لگاتی ہیں۔ اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اُس پاک اور شفاف آئینہ میں سے اپنے چہرہ کو دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ حالت ان نبیوں کی ہے حالانکہ وہ خود اُنہی کا عکس ہوتا ہے۔ اگر ایک مجزوم آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر آئینہ کو بُرا کہے تو یہ کس کا قصور ہے۔ اور اگر ایک سیاہ رُو اور بھونڈا انسان اپنی سیاہی اور بدنمائی کا الزام آئینہ پر دھرے تو یہ کس کی خطا ہے۔ کیا آئینہ اس بات کا ملزم ہے کہ اُسنے ایک مجزوم کو مجزوم اور ایک بدشکل کو بدشکل کیوں دکھایا۔ ہاں کیا چاند پہ اس بات کا الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اُسکے نور اور روشنی کو دیکھکر کُتّے کیوں بھونکنے لگے۔ نہیں آئینہ اپنی صفائی کی وجہ سے مجزوم اور بدشکل کو اس کے عیب سے واقف کردیگا اور چاند اپنے نور کی وجہ سے کُتّوں کو حیران کردیگا۔ اور یہ اس لیے ہوگا کہ بُرائی اور بھلائی میں کبھی صلح نہیں ہو سکتی اور نور اور ظلمت کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ آئینہ اپنی صفائی ایک عیبی انسان کی خاطر چھوڑ دے اور چاند کُتّوں کی خاطر اپنے نور کو ترک کردے ہمیشہ عیبی انسان اپنے عیب کا الزام آئینہ پر دھریں گے اور کُتّے چاند کو اُسکے نور کی وجہ سے بھونکیں گے مگر کیا کبھی کوئی عقلمند انسان اس بات کا وہم بھی کریگا کہ واقعی آئینہ اور چاند ہی ملزم ہیں۔ پس

اسی طرح انبیاءؑ آئینہ کی طرح ہیں بدلوگ انمیں اپنی شکلوں کو دیکھتے ہیں اور اپنی بدیوں کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور وہ چاند کی طرح ہیں جو اپنے خدا سے روشنی پاکر دنیا کو تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں روشن کرتے ہیں۔ مگر گنہگار لوگ انکو دیکھکر بیجا شور و غوغا کرتے ہیں۔ اور اس بات کے مستحق ٹھہرتے ہیں کہ ع مہ نورے فشاند و سگ بانگ مے زند۔ اور اپنے اس کام میں عقلمندوں کے نزدیک جاہل اور بے علم بنتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یا کوئی قوم یا کوئی جماعت انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں سخت الفاظی اور گندی تہمتوں سے کام لے تو اس سے انبیاءؑ پر کوئی الزام نہیں آسکتا بلکہ خود وہی بد تہذیبی اور غیر شائستگی کے مجرم اور جھوٹے الزاموں اور تہمتوں کے لگانیوالے سمجھے جاتے ہیں۔ پس آریہ صاحبان اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو بُرا نہیں کہتے بلکہ خود اپنی بُرائی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جب وہ کسی نبی کو گالی دیتے ہیں تو وہ دشنام یا کلمہ جو انکی نسبت استعمال کرتے ہیں وہ خود اُنہی پر اُلٹ کر پڑتا ہے اور وہ نبی جنہوں نے خدا کے لیے اپنے مال و جان عزت و آبرو قریبی و رشتہ دار عزیز و بیگانہ علم و فضل اور وقت و عمر کو خرچ کر دیا اور دنیا کو صرف اسی کی محبت کے لیے ترک کر دیا اُن الفاظ کے قطعاً مستحق نہیں ہو سکتے جو یہ اُنکے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہ اُن الزامات اور تہمتوں سے بالا ہیں۔ اور اُنکی شان اُن برائیوں اور بدیوں سے بہت ارفع ہے۔

اب پھر ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ چونکہ آریوں کے

پاس کوئی ایسی تعلیم نہیں جس کو وہ غیر مذاہب کے سامنے پیش کریں اور کوئی ایسا نور نہیں جس کی چمک لوگوں کو دکھلا سکیں۔ اور اُنکے سینے اُن معرفت کے نکات اور علوم روحانیہ سے بالکل خالی ہیں جو اسلام میں پائے جاتے ہیں اور تجلیات الٰہیہ اور معجزات وخوارق سے بالکل کورے ہیں اور وہ فضل وکرم جو خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے اور انکو مکالمہ ومخاطبہ کے شرف سے مشرف کرتا ہے اُنپر نہیں اور اُنپر الہام الٰہی کا دروازہ بالکل اور ہمیشہ کے لیے بند ہے۔ پس وہ ظلمت اور اندھیرا جو اُنپر چھا رہا ہے اور خیالات فاسدہ جو اُن میں پھیل گئے ہیں اُنکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انبیاءؑ کو بھی اپنے ساتھ ملادیں اور اُنکے تمام کارناموں کو بُری اور گندی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ تاکہ تمام دنیا میں نور ظلمت سے بدل جاوے اور نیکی بُرائی سے تبدیل ہو جائے اور اصلاح فساد کی شکل اختیار کرلے اور روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ رہے جو آریوں کی خلافِ عقل اور بعید از قیاس تعلیم کو دیکھ سکے اور اُسکی برائی سے دنیا کو خبردار کرسکے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے اپنے واجب التعظیم نبیوں یعنی کرشنؑ اور رامچندرؑ کو چھوڑ دیا اور اس کی وجہ سے یہ اُنکے خوارق کو پیش نہیں کرسکتے اور اپنے مذہب کی کوئی خوبی نہیں بتا سکتے۔ اسی طرح دیگر مذاہب والے بھی اپنے نبیوں کا انکار کردیں اور اُن معجزات سے بالکل لاعلمی ظاہر کریں جو کہ واقعہ میں انہوں نے دکھائے اور اُس محسن کشی کے مرتکب ٹھہریں جس کی نظیر آدمؑ کے زمانہ سے آجتک سوائے آریوں کے کسی قوم میں

نہیں ملتی۔ یہ اُس لومڑ کی طرح جس کی دُم کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گئی تھی اور
اُس نے کوشش کی تھی کہ تمام لومڑ اپنی دُمیں کاٹ ڈالیں چاہتے ہیں کہ غیر مذاہب کے
پیرو بھی اپنے نبیوں اور رسولوں کا انکار کر دیں۔ اور ان مشکلات میں پھنس
جائیں جنکی وجہ سے انکو خدا کے خالق ہونے اور زمانہ کے حادث ہونے میں شک پڑ گیا
اور آخر انہوں نے دونوں باتوں سے انکار ہی کر کے چھوڑا۔ مگر یاد رہے
کہ گو اور مذاہب کے لوگ انکے پھندے میں آجائیں اور ان دشنامون اور گالیوں کو
سُنکر جو ان کے نبیوں کی نسبت آریہ لوگ دیتے ہیں انکی سچائی اور حقانیت سے
انکار کر دیں۔ مگر اسلام کے پیرو کبھی ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے
فضل اور کرم سے اسلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنیکے لیے الہام و وحی کا دروازہ
ہمیشہ اُنکے لیے کھلا رکھا ہے سناتن دھرم والے ممکن ہے کہ کرشنؑ اور رامچندرؑ
کی سچائی میں شک لائیں۔ مگر ہم مسلمان ہمیشہ اور ہمیشہ کرشنؑ اور رامچندرؑ
کو خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی یقین کریں گے۔ یہودی
اور عیسائی خواہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا انکار کر دیں مگر ہم کبھی اُنکی
نبوت کے منکر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ خدا نے اپنے فضل سے
حضرت محمد صلعم کی معرفت مسلمانوں میں ایک ایسی روح پھونکدی ہے اور
قرآن شریف کی تعلیم میں ایک ایسا معجزہ رکھدیا ہے کہ ہمیشہ قرآن شریف پر
چلنے والے سچے مسلمان خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا تعلق رکھتے ہیں۔ پس
ایسی صورت میں جبکہ ہمیشہ ہمارے سامنے ایک یا ایک سے زیادہ نظیریں موجود

رہتی ہیں ہم کسطرح خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اُنکی معجزات کا انکار کرسکتے ہیں پس اس بارہ میں آریوں کی کوشش بالکل فضول ہے۔ اور اُنکے اس مکر اور فریب کے جال میں مسلمان کبھی نہیں پھنس سکتے۔ اور نبیوں کو گالیاں دینے سے خود اُنکی بساط اور اُنکا مبلغ علم معلوم ہوتا ہے۔ اور دانا اور عقلمند لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ وہی جو برتن میں ہوتا ہے اس سے نکلتا ہے اور حنظل میں کبھی شہد کا مزا نہیں آتا اور ہم بھی انکو کسی حد تک معذور سمجھتے ہیں لیکن ہر ایک بات اعتدال تک اچھی لگتی ہے اگر وہ شریفانہ طور پر نبیوں کا انکار کریں اور گستاخی اور شوخی سے اُنکے نام نہ لیں تو اُنکا کیا حرج ہے۔ اور اس صورت میں ہمکو اُنسے کوئی پرخاش نہیں کیونکہ ہر ایک مذہب والا اپنے مذہب کی تائید کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کو حق پر نہیں سمجھتا اور اپنے ہی مذہب میں خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا چاہتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ جسطرح اور اہل مذاہب اسلام کی اسقدر سچائیوں کو اور اس قدر تائیدات سماوی کو دیکھتے ہوئے اپنی نادانی کی وجہ سے اسکا انکار کرتے ہیں ویسا ہی آریہ لوگ بھی لاعلمی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں مگر انھوں نے تو گالیاں دینے اور سب وشتم کرنیکو اپنا پیشہ بنا لیا ہے اور ہر وقت اور ہر موقع پر انبیاءؑ کی نسبت سخت توہین آمیز کلمات بولتے ہیں۔ اور اس جلسہ میں تو خاصکر ایسے ایسے الفاظ سے اُنکو یاد کیا گیا کہ سنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لیکر آجتک جو بدزبانیاں نبیوں کے حق میں ہوئی تھیں وہ تمام اس لیکچر میں اکٹھی کردی گئی تھیں۔ وہ تمام

بُرے الفاظ جو زبان نے بدبخت اور ذلیل لوگوں کے لیے بنائے تھے وہ پاک اور خدا کے برگزیدہ نبیوں پر چسپاں کیے گئے تھے۔ اور اس لیکچر کا ایک ایک لفظ نشتر سے بڑھکر کام کرتا تھا۔ سخت حیرت اور تعجب ہے کہ آریوں کے وہ تہذیب و شائستگی کے عہد کہاں گئے اور کیا وہ آپس کے تعلقات کو ایسے ہی مضامین سے بڑھانا چاہتے ہیں۔ کیا وید میں آریوں نے یہی تہذیب دیکھی ہے کیا دیانند کی تعلیم یہی ہے۔ کیا ستیارتھ پرکاش میں یہی کچھ بھرا ہوا ہے۔ اور کیا پرتی ندھی سبھا مذہب و قوم کے لیے یہی کام کر رہی ہے۔ اگر آریوں نے یہی کچھ سنانا تھا اور سوائے گالیوں کے اپنے مذہب کی کوئی خوبی بیان نہ کرنی تھی تو بہتر تھا کہ بجائے اس کے کہ اُنکا پریزیڈنٹ تمام حاضرین جلسہ کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً اپنے مضمون کے سُننے کی ترغیب دیتا۔ چاہیئے تھا کہ یہ کہتا کہ ہمارے کُل مضمون میں سوائے سب و شتم کے اور کچھ نہیں ہوگا اس لیے سناتن عیسائی اور مسلمان بہتر ہے کہ کُل یہاں آنیکی تکلیف نہ اُٹھائیں۔ کیسے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ ایک طرف تو تہذیب و شائستگی کے وعدے دیکر اُنکو بلایا اور دوسری طرف ایسے ایسے الفاظ سے اُن کے نبیوں کو یاد کیا کہ جسکا سُننا حدِ برداشت سے باہر ہے انہوں نے آدمؑ سے لیکر ہمارے نبی کریمؐ تک تمام نبیوں کو گالیاں دیں۔ اور کوئی بزرگ اور ولی نہ تھا جسکو انہوں نے چھوڑا ہو خواہ کوئی نبی ہندوستان کا ہو یا ایران کا خواہ مصر کا ہو خواہ کیان کا خواہ عرب کا ہو خواہ شام کا کسی زمان اور کسی

مکان کا نبی انکی زبان کی تلوار سے نہیں بچا۔ انہوں نے بغیر دیکھے بھالے اور بغیر سوچے سمجھے اور بغیر فکر و تأمل کرنیکے چاروں اطراف کے بزرگوں پر سخت کلامی کے تیر چلائے کسی مذہب و ملّت کا کسی گروہ و جماعت کسی گھرانے ۔ اور خاندان کا آدمی نہ ہوگا جس کا دل نہ دکھایا گیا ہو ایک آگ کا طوفان تھا جو امڈا چلا آرہا تھا۔ اور ایک باد سموم تھی جو دلوں کو مرجھائے جاتی تھی خاصکر مسلمانوں کو تو اسقدر دُکھ دیا گیا۔ اور ایسے بُرے اور فحش الفاظ سے اُنکے نبی کو یاد کیا گیا کہ اگر تلوار اور خنجر سے اُنکو ذبح کیا جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا تو ایسی تکلیف نہ ہوتی کیونکہ مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جان و مال عزّت و آبرو عزیز و اقارب سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اس بات میں جیسا کہ ادنیٰ ادنیٰ مسلمان شامل ہیں ویسا ہی سلطان روم اور شاہ ایران و افغانستان شامل ہیں۔ آجتک کبھی کسی نے اپنے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جو آریوں نے ہم سے کیا اُنہوں نے ہمیں خاص طور سے بلایا اور تہذیب کے بڑے بڑے وعدوں کے ساتھ ہم کو آنیکی ترغیب دی اور ہر طرح امید دلائی کہ کسی قسم کی ناشائستگی نہ ہونے پائیگی۔ پس یہی وجہ تھی کہ ہم وہاں گئے اور ہم نے امید کی کہ اب ہندوستان کے کچھ بھلے دن آئے ہیں کہ آریوں جیسی قوم بھی تہذیب و شائستگی کا وعدہ دلانے لگی ہے اور ہماری جماعت کے دُور و نزدیک کے لوگوں نے اپنا ہزاروں روپیہ

اے مومنو خدا اور رسول کی آواز کو سنو اور قبول کرو جبکہ وہ تم کو زندہ کرنے
کے لئے بلائے۔ پس باوجود اسکے کہ صحابہ کرام زندہ تھے اور کھاتے پیتے اور چلتے
پھرتے تھے۔ تب بھی خدا نے اُنکو حکم دیا ہے کہ جبکہ تم کو زندہ کرنیکے لئے بلایا جائے
تو تم سرتابی نہ کرو۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موت دو قسم کی ہوتی ہے ایک
جسمانی اور ایک روحانی۔ جسمانی موت تو وہ ہے کہ جب ایک انسان سے روح جسم خاکی
سے جدا ہو جاتی ہے اور روحانی موت وہ ہے جبکہ انسان خدا تعالیٰ سے تعلق
توڑ بیٹھتا ہے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ موت اصل مین روحانی موت ہی ہے۔ کیونکہ اسکے
بعد کوئی زندگی نہین حالانکہ جسمانی موت کے ساتھ بھی ایک اور زندگی شروع
ہو جاتی ہے جس کا وعدہ قرآن شریف اور دوسرے نبیون کی کتابون مین بار بار
دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ اس جسمانی زندگی کو قایم رکھنے کیلئے کوئین کھودی جاتے
اور نہرین نکالی جاتی ہین اور مختلف قسم کے اناج بوئے جاتے ہین اور باغ لگائے
جاتے ہین ویسا ہی روحانی زندگی کے قایم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ روحانی
پانی اور روحانی غذا سے اُس کو قایم رکھا جائے اور جیسا کہ ایک کسان اپنی کھیتی کو پکانے
کے لیے اُس کو پانی دیتا ہے اور سورج اور چاند کی روشنی سے اُس کو فایدہ پہنچاتا
ہے ویسا ہی ہمیں بھی چاہیئے کہ کلام الٰہی کے پانی سے اپنے دل کی کھیتی کو سیراب
کریں اور خدا تعالیٰ کے جلوے اور اُس کے نبیوں کی روشنی کے پرتو سے اس کو پکائیں تاکہ
ہماری روحانی زندگی قایم رہ سکے اور وہ غرض جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں پوری
ہو۔ پس یہ آیات جو مینے اپنے مضمون کے شروع میں لکھی ہیں اُنکا بھی یہی مطلب ہے

اس جلسہ پر خرچ کیا اور دُور دراز راہوں سے اپنی نوکریوں سے رخصت
لیکر اور اپنے تجارتی اور صنعتی کام چھوڑ کر اس جلسہ کے لیے لاہور میں آئے
اور نہ صرف کرایہ وغیرہ پر ہی روپیہ اُٹھایا بلکہ قریباً ڈیڑھ سو روپیہ ٹکٹوں
کی خرید پر آریوں کی جیبوں میں بھی ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی ہوا جو مَیں اوپر
لکھ آیا ہوں کہ سوائے غیر مذاہب کو اور اُن کے نبیوں کو گالیاں دینے
کے اور کچھ بھی لیکچر میں نہ تھا۔ اور وہ ایک قشر کی مانند تھا جس میں مغز
نہ ہو اور ایک ہڈی کی طرح تھا جس میں گودا نہ ہو اور وہ ایسے الفاظ کا مجموعہ
تھا کہ ایک شریف آدمی اُنکا بولنا تو کجا سُننا بھی گوارا نہیں کر سکتا اور
انکو سُنتے ہوئے اپنے دل پر ایک بڑا بوجھ محسوس کرتا ہے اور ایک ایسی تکلیف
برداشت کرتا ہے کہ اُس کا دل جوش سے پھٹنے لگتا ہے۔ اگرچہ عیسائی
صاحبان نے بھی ہمارے مذہب اور ہمارے نبیؐ کے بارہ میں بہت
سخت کلائی سے کام لیا ہے اور سخت گندے الفاظ انکی نسبت استعمال
کیے ہیں اور یورپ و امریکہ کی طرف سے صرف اسی غرض کے لیے
لاکھوں روپیہ ماہوار برباد کیا جاتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں بیسیوں
رسالے اور اخبارات روزانہ شایع ہوتے ہیں جن میں ہمارے نبی کریمؐ کی شان میں
سخت توہین آمیز کلمات درج ہوتے ہیں اور بزرگانِ دین کو بہت
بُرے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر عیسائیوں کے بس میں ہے
وہ اس کام میں کوشش کرتے ہیں اور دن بدن ترقی کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی

آجتک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو یا اور کسی مذہب والوں کو گھر پر بلایا ہو اور اسقدر سخت کلامی اُنکے نبیوں کے بارہ میں کی ہو۔ پادری تک اگر کوئی شخص گھر پر ملنے جاوے تو شرافت اور نرمی سے پیش آتے ہیں چہ جائیکہ کسی کو خود گھر پر بلاکر بے نقط گالیاں دیں۔ یہ نئی ایجاد ہے جو آریوں نے پہلے موقع پر کی ہے اور اس کا فخر اُنہی کو حاصل ہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے، کہ ہم مسلمان تو نیوگ جیسے مسئلہ کو جو کہ آریہ مذہب کی جڑھ اُکھاڑتا ہے اس لیے نظر انداز کر جائیں کہ اُس کا ذکر بھی ناپسند اور نامرغوب معلوم ہوتا ہے اور آریہ صاحبان ہمارے نبیوں پر ایسے جھوٹے الزام لگائیں جن کا اُنکے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ آریہ صاحبان نے ہم مسلمانوں سے گورنمنٹ کی وفاداری کا بدلہ لینا چاہا ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں نے عموماً اور احمدیہ فرقہ نے خصوصاً پچھلے دنوں کی بے امنی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی وفاداری کے جلسے جگہ جگہ پر کیے تھے اور جہاں تک ان سے ہوسکا اُنہوں نے گورنمنٹ کی مدد کی اور فسادات رفع کرنے میں اُسکا ہاتھ بٹایا تھا اور وہ اس بے امنی کے تمام زمانہ میں گورنمنٹ کے بالکل وفادار اور فسادیوں سے بالکل جُدا رہے تھے اس لیے انہوں نے اس مخفی حربہ سے انپر حملہ کرنا چاہا۔ اور خاصکر احمدیوں کو جو کہ دیگر مسلمانوں کی نسبت نبی کریمؐ کے زیادہ شیدا اور شرک و کفر کے دشمن ہیں اور گورنمنٹ انگریزی کے ہمیشہ سے خیر خواہ چلے آتے ہیں تکلیف

دینی چاہی اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ مگر اُنکو یاد رکھنا چاہیے
کہ اس جلسہ کی کارروائی سے ہم پر بخوبی کُھل گیا ہے کہ یہ صلح صلح پکارنیوالے
صرف زبان سے امن اور اتفاق کے قائل ہیں ورنہ اُنکے دلوں میں سخت
کینہ اور بُغض کی آگ بھڑک رہی۔ ہے جو وقتاً فوقتاً زور سے شعلے مارتی ہے
اور اُن لوگوں کے دلوں میں غریب مسلمانوں کو دُکھ دینے کی تحریک پیدا
کرتی ہے۔ اور اگرچہ ہم کو پہلے سے بھی یقین تھا مگر اس جلسہ کی کارروائی
سے اور بھی یقین ہوگیا کہ اگر سوراجیہ کی کوشش میں یہ آریہ لوگ کامیاب
ہوجائیں اور گورنمنٹ انگریزی کا سایہ ہمارے سر و نپر سے ایک دم کے
لیے بھی اُٹھ جائے تو یہ ہماری بوٹیاں نوچکر کھا جائیں اور ہم کو اپنے مذہبی
احکام بجالانے مشکل ہوجائیں۔ جسقدر دنیاوی فوائد ہم کو گورنمنٹ سے پہنچے
ہیں یعنی ریل تار ڈاک وغیرہ انکو چھوڑ دو ہمارے لیے تو اس سے بڑھکر
کوئی خوشی نہیں کہ گورنمنٹ عالیہ نے ہم کو مذہبی آزادی عطا کر رکھی ہے اور
ہم اپنے مذہبی احکام کے بجالانے میں بالکل آزاد ہیں۔ مگر کیا آریہ جن کے
خیالات ہمارے نبیوں کی نسبت وہ ہیں جو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں ہم کو
مذہبی آزادی دے سکتے ہیں ہرگز نہیں!

اب مَیں تمہید کو ختم کرتے ہوئے اصل مضمون کی نسبت اتنا اور لکھنا
چاہتا ہوں کہ نہ صرف آریوں نے اس جلسہ میں سخت کلامی ہی سے کام لیا بلکہ
محض جھوٹے اور من گھڑت الزام اسلام پر لگائے اور عامۃ الناس کو بہکانا

چاہا اور وہ اعتراضات جو اسلام پر کیے گئے اُن میں سے بہت سے ایسے تھے جن کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ مَیں اُن اعتراضوں کا جواب اپنے رنگ میں پھر دوں اور ناظرین پر ظاہر کروں کہ وہ اعتراض کیسے بودے اور لغو تھے۔ مگر چونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کا جواب لکھ رہے ہیں اس لیے مَیں اُن کا جواب لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔ ہاں ایک اعتراض جو کہ مَیں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں ایسا ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ اُس کا جواب اس رسالہ میں دوں یعنی "کیا اسلام علمی مذہب ہے"۔ اس سوال پر لکھنے کی زیادہ ضرورت اس لیے پڑی ہے کہ یہ زیادہ تر تاریخی رنگ کا ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ اسپر تاریخی رنگ سے ہی نظر ڈالی جائے۔ مگر جواب دینے سے پہلے مَیں علمی مذہب کے لفظ کی تشریح کرنا چاہتا ہوں اور تمہید کو صرف اتنا لکھ کر ختم کرتا ہوں کہ باوجود اس جلسہ کی ایسی دلشکن کارروائی کے ہم کو ایک خوشی بھی ہوئی ہے اور وہ اُن الہامات کا پورا ہونا ہے جو مَیں شروع میں لکھ آیا ہوں جن میں خبر دیگئی تھی کہ کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے گا۔ پس اس جلسہ سے اس بات کا رنج ہوا کہ ہمارے نبی کریمؐ کو گالیاں دی گئیں۔ مگر ساتھ ہی اس بات کی خوشی ہوئی کہ اُسی نبی کریمؐ کے ایک غلام نے آج تیرہ سو سال بعد اس جلسہ کی تکلیف دہ کارروائی کی پہلے سے اطلاع دے دی تھی اور وہ لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔ اور خود گالیاں دینے والوں نے اپنے کلام

سے ثابت کر دیا کہ واقعی قرآن شریف ہی ایک الہامی کتاب ہے جو نہ صرف خود الہامی ہے بلکہ جو اُسپر عامل ہوں اُن کے لیے بھی الہام کا دروازہ کھولدیتی ہے (باقی آیندہ)

نوٹس

تمام خریداران کی خدمت میں جن کی طرف سے قیمت سنہ ۱۹۰۸ء پیشگی وصول نہیں ہوئی التماس ہے۔ کہ فروری کا پرچہ انشاء اللہ تعالیٰ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ علیحدہ کارڈ کے ذریعہ بھی اطلاع دیجا چکی ہے۔ جو صاحب وی پی لینے کیلیے تیار نہ ہو۔ وہ فی الفور دفتر تشحیذ الاذہان میں اطلاع دیں تاکہ نقصان نہ ہو۔

والسّلام مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نمبر ۳۸۸ - امام خاں صاحب پشاور عہ ار

نمبر ۳۸۹ چودھری غلام حسن محسن آباد عہ ار

نمبر ۳۲۷ محمد علی خان صاحب شیخ پور ۱۳ عہ ار

نمبر ۱۲۲ منشی گلاب دین صاحب رہتاس ۱۲ ر

نمبر ۲ حافظ عبدالرحیم صاحب قیمت رسالہ للہ ر

ایضاً چندہ ممبری ہے ر

نمبر ۳۸۷ عبدالعزیز صاحب نابہہ عہ ار

نمبر ۳۹۱ قاضی محمد اکرم صاحب بھون عہ ار

نمبر ۱ - مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قیمت رسالہ عہ

ایضاً چندہ ممبری ہے ر

نمبر ۱۹۳ - معرفت ایضاً فضل دین صاحب محرر ڈاک ظفروال عہ

نمبر ۱۲۴ محمد یوسف صاحب لوہاری عہ

نمبر ۴۴۰ ڈیوڑھی یوصاحبہ نواب سکندر علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ عہ ر

نمبر ۳۸۳ کریم بخش پٹواری رسول پور عہ ار

نمبر ۴۴۱ منشی غلام محمد عبداللہ صاحب وزیر آباد عہ

نمبر ۲۳۸ محمد اسمٰعیل صاحب ترگری عہ ار

نمبر ۳۴۷ - میاں عبداللہ صاحب گرداور قانون گوئی تحصیل سرہند عہ ار

نمبر ۱۷ حکیم فضل الدین صاحب قادیان عہ

نمبر ۳۴۴ خواجہ خواجہ عبداللہ صاحب اونگام کشمیر عہ ار

کہ خدا تعالیٰ بڑی برکتوں والا ہے کہ اُس نے آسمان میں بروج اور سورج اور
چاند پیدا کیے ہیں کہ تا ان سے انسان اور دوسرے چرند و پرند متمتع ہوں اور
اپنی زندگی کو قائم رکھیں۔ اور اُس نے روحانی زندگی کے قائم رکھنے کے لیے بھی
اسی میں بلکہ ان سے بھی بڑھکر سامان مہیا کر دیئے ہیں چنانچہ ربنا ما خلقت
ھٰذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار کی آیت کو سورۃ فرقان کی مندرجہ
بالا آیات سے ملاکر پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں یہی مراد ہے کہ روحانی
سورج و چاند بھی ہیں اور اُن سے فائدہ اُٹھانا روحانی زندگی کا باعث ہو جاتا
ہے چنانچہ یہ فرمانا کہ اے رب تُو نے یہ سب کچھ بیفائدہ پیدا نہیں کیا تُو پاک ہے
ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ عقلمند لوگ اس ظاہری
نظام کو دیکھکر باطنی نظام کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ایک
روحانی سلسلہ بھی ہے جس سے روحانی زندگی قائم رکھی جاتی ہے چنانچہ وہ
کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں عذاب دوزخ سے بچا یعنی ایسا نہ ہو کہ باوجود اس ظاہری
نظام کو دیکھنے کے ہم اس سے محروم رہیں اور اس روشنی کے دیکھنے سے اندھے رہیں
اور اس طرح عذاب دوزخ کے لائق ٹھہریں پس چونکہ تُو ہر طرح پاک ہے اس لیے
ہمیں بھی پاک کر اور عذاب نار سے بچا۔ اب وہ شخص جو ذرا بھی عقل اور فہم
رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہاں روحانی زندگی کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو عذاب النار
سے ڈرانیکی کیا ضرورت تھی اور اس سے بچنے کے لیے دعا سکھانیکی کیا حاجت
تھی۔ پس یہ بات صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فرقان کی ان آیات کا مطلب جن کو

مَیں شروع مضمون میں لکھ آیا ہوں یہی ہے کہ انسان کو ظاہری انتظام دکھا کر اُس باطنی انتظام کی طرف متوجہ کیا جائے جس سے اُسکی روحانی زندگی قائم رہے۔ چنانچہ رات اور دن کے آگے پیچھے آنیکی مثال سے بھی یہی سکھایا گیا ہے کہ جیسے ظاہری سورج ایک وقت پر چڑھتا ہے اور دن کی روشنی تمام دنیا میں پھیلا دیتا۔ اور تاریکی کو نور سے بدل دیتا ہے اور تمام پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور اُس کے چڑھنے کے بعد بُری اور بھلی اور پاک اور ناپاک چیزوں میں فرق کرنا آسان ہو جاتا ہے اور انسان اطمینان قلب کے ساتھ اپنے دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتا اور اپنی آیندہ زندگی کے لیے سامان مہیا کرنیکی فکر میں لگ جاتا ہے اور حتی الوسع اسکو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح جب روحانی آفتاب اپنا جلوہ دکھاتا ہے اور سرزمین دلپر دن کی روشنی کو پھیلا دیتا اور بدیوں کی ظلمت کو نیکیوں کے نور کے ساتھ بدل دیتا ہے اور وہ گناہ جو انسان میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو ظاہر کر دیتا ہے اور طرح طرح کی بُرائیاں اور خبث اور گندا اور بیماریاں جو انسان کے روحانی وجود کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہیں اُن سے اُس کو پاک کرتا اور شفا دیتا ہے۔ اور اُس وقت اُس میں بُرے بھلے کے پرکھنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے خلوص دل اور صحت نیت کے ساتھ اپنی روحانی زندگی کی بہتری کے لیے کوشاں ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ پس وہ کام جو کہ مادی سورج اس زمین پر طلوع ہو کر کرتا ہے اس سے بڑھکر روحانی سورج سے ظہور میں آتا ہے کیونکہ یہ تو صرف اس چند روزہ زندگی کے لیے سامان مہیا کرتا ہے مگر وہ دائمی زندگی

کے لیے توشہ جمع کر دیتا ہے۔ اور انسان کو خدا سے ملا دیتا ہے۔ اسی طرح جب رات پڑتی ہے تو تمام دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور اُس وقت انسان اپنے تمام دنیاوی کاروبار کو چھوڑ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتا ہے اور ایک غفلت کی نیند میں سو جاتا ہے کہ پھر اسکو دنیا، ومافیہا کی کچھ خبر نہیں رہتی اور اسی طرح جب روحانی زندگی پر رات کا تاریک زمانہ آتا ہے تو اکثر انسان دین کو چھوڑ کر دنیا کی غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ کام کرنا چاہتے ہیں وہ مامور من اللہ سے استفادہ حاصل کیے ہوئے لوگوں سے جو کہ چاند اور ستاروں کی مانند ہوتے ہیں فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور اُس روشنی کے منتظر رہتے ہیں جو کہ زندگی کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ اس دن کے خیال میں ہوتے ہیں جسکا رات کے بعد آنا لازمی ہوتا ہے۔ پس ان آیات میں انسان کو تعلیم دیگئی ہے کہ وہ اس ظاہری نظام عالم کو دیکھکر اُس نظام کی طرف توجہ کرے جس سے دائمی زندگی وابستہ ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا یعنی یہ باتیں اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ ان سے انسان نصیحت پکڑے اور خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے کہ اس نے صرف جسمانی طور سے ہی اسکی دستگیری نہیں کی ہے بلکہ روحانی طور سے بھی اُس کے لیے امن و آسایش کے سامان مہیا کیے ہیں۔

اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ سورج چاند اور دن رات پر غور کرنے سے انسان کو کسقدر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی کے احسانوں کے یاد کرنے سے اُسکی

محبت بڑھتی ہے پس جب ہم خدا تعالیٰ کے احسانات کا اقرار کریں گے اور
خوب غور سے اُن کی نسبت سوچیں گے تو خود بخود ہمارے دل میں اُسکی محبت
بڑھے گی اور تعلق زیادہ ہوگا اور خود ہمیں اپنے اعمال کے مطالعہ کا موقع ملے گا
پس جبکہ اس دنیاوی زندگی کا ایک دن بھی اگر ضایع ہوتا ہے تو اُسکو بہت بُرا منایا
جاتا ہے تو جب روحانی زندگی کے دن بیفایدہ اور بغیر ترقی کے گذرتے جائیں
تو کیوں انکا افسوس نہ کیا جائے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق غور کریں گے
کہ آج جب سورج ہم پر طلوع ہوا تو ہماری کیا حالت تھی اور جب غروب ہوا تو
کیا۔ تو اُسوقت ہم پر ہماری اپنی کمزوری کھل جائے گی۔ اور ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ
ہماری اعمال میں کسقدر کمی ہے اور ہم کو کسقدر اصلاح کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا
تعالیٰ کا ہم سے وعدہ ہے کہ جب تم ان باتوں پر غور کروگے تو تم نصیحت حاصل
کروگے اور اپنے دل میں شکریہ ادا کرنیکی گنجائش پاؤگے۔ پس ہم کو دیکھنا چاہیئے
کہ ہمیں کیا کام کرنا تھا اور اس میں سے کسقدر ہم نے پورا کیا ہے پچھلے سال
سنہ ۱۹۰۷ء ہی کو دیکھو کہ ایک زمانہ میں تو اُس کی آمد کا انتظار تھا اور بڑے شوق
سے اس کی طرف نظریں لگی ہوئی تھیں۔ مگر آج سنہ ۱۹۰۸ء کا آغاز ہے اور دنیا
کی تمام دولت خرچ کرنے کے بعد بھی سنہ ۱۹۰۷ء واپس نہیں آسکتا۔ بڑے سے
بڑے بادشاہ اس امر کے لیے کوشش کریں دولتمند سے دولتمند انسان اپنا
روپیہ خرچ کردیں مگر وہ جو گذر گیا سو گذر گیا اب اس کا واپس لانا محال ہے
یہی بات ہے، جس نے مجھکو اس مضمون کے لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور یہی

وہ سبب ہے جس کی وجہ سے آج مَیں ایک نہایت ہی دردمند دل کے ساتھ اس مضمون کے لکھنے کے لیے بیٹھا ہوں۔ اس بات کا افسوس نہیں کہ ایک سال ہماری عمر میں سے گذر گیا بلکہ اس بات کا خوف ہے کہ اُس محبوب یگانہ کے ملنے کے دن قریب اگئے ہیں ایسا نہ ہو کہ بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں کیونکہ وہ قدوس خدا بد اور بدی سے نفرت کرتا اور نیک انسان اور نیکی سے محبت کرتا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں پہلے سے بھی زیادہ کوشش اور خلوص کے ساتھ مشغول ہوں کیونکہ جس طرح ہماری عمر ۱۹۰۷ء کے ختم ہونیسے بڑھ گئی ہے ویسا ہی چاہیئے کہ روحانی طور سے بھی ہم ترقی کریں بلکہ اُس سے بھی ہزاروں درجہ بڑھکر اور چاہیئے کہ جس طرح ہم جسمانی طور سے اپنے خدا سے ایک سال اور نزدیک ہو گئے ہیں اسی طرح سے روحانی طور سے بھی ہم اُس کے نزدیک ہو جائیں اور محبت الٰہی میں ترقی کریں اور اس کے لیے چاہیئے کہ ہم اپنے ۱۹۰۷ء کے واقعات کو مدنظر رکھیں اور دیکھیں کہ اس میں ہم نے کس کس بات میں کمزوری دکھائی اور کون کونسے امر میں غلطی کی تاکہ خدا تعالےٰ ہم کو آیندہ اصلاح کی توفیق دے جیسا کہ اُس نے وعدہ فرمایا ہے کہ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا۔ کہ جو شخص سورج چاند اور رات دن کے واقعات و حالات پر غور کریگا اُس کو نصیحت حاصل ہوگی اور شکر کرنیکا موقع ملیگا۔ اب اگر عام طور پر نظر دوڑا کر دیکھا جائے تو بڑی بڑی بشارتیں اور نہایت خوفناک انذار کی پیشگوئیاں اس سال میں ہوئی ہیں خدا تعالےٰ